محمد ذکوان ندوی

زچشم آستین بردار

ہمارے محلے کے ایک پڑوسی (فیروز احمد خان) مدینہ منورہ میں مقیم ہیں۔ اِس بار وہ چھٹیوں پر لکھنؤ تشریف لائے تو ہم نے ''استقبال زائر مدینہ'' کے عنوان سے اپنے ادارہ (وزڈم فاؤنڈیشن، لکھنؤ) میں ایک پروگرام منعقد کیا۔ اِس موقع پر کسی رنگ آمیزی کے بغیر بالکل فطری انداز میں لوگوں کے سامنے اسوۂ نبوی اور پیغمبرانہ سیرت کے واقعات بیان کرتے ہوئے اُن کے اندر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت، قرآن مجید سے تعلق اور آپ کی پیروی واتباع کا جذبہ بیدار کرنے کی کوشش کی گئی۔

ایک خاص بات کی طرف متوجہ کرتے ہوئے حاضرین کو بتایا گیا کہ 'نسبتیں' عشق و محبت کی اساس ہوا کرتی ہیں۔ یہی نسبت ایک عام چیز کو 'شعائر اللہ' (البقرہ ۲: ۱۵۸) کے اُس بلند مقام پر فائز کر دیتی ہے جس کی 'تعظیم' (الحج ۲۲: ۳۲) نہ صرف ایک مومن کے لیے ضروری، بلکہ وہ اُس کے باطنی تقویٰ وایمان (تَقْوَى الْقُلُوْبِ) کی علامت ہوا کرتا ہے۔ اِس اعتبار سے دیکھیے تو رسول کی نسبت اللہ سے ہے اور مدینے کی نسبت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے۔ چنانچہ اللہ اور رسول سے نسبت رکھنے والی ہر چیز ہمارے لیے غایت درجہ محبت اور عقیدت کا درجہ رکھتی ہے۔

اِس موقع پر بچوں نے حمد و نعت پر مبنی بامعنی اور خوب صورت کلام بھی پیش کیا۔ اُنھیں انعام اور شیرینی کے ساتھ رخصت کیا گیا۔ محلے والوں سے میں نے کہا کہ مدینہ منورہ کی عظیم نسبت کا تقاضا ہے کہ آپ حضرات مذکورہ پڑوسی کو اپنے گھر پر مدعو کریں۔ اُن سے اظہارِ محبت کریں اور مدینے کے حالات و واقعات کا علم حاصل

کریں۔ اِسی طرح اُن کی روانگی کے دن (۲۲ر جنوری ۲۰۲۲ء) میں نے لوگوں کو تاکید کی کہ آپ اُن سے مل کر اپنا سلام حضور رسالت مآب (صلی اللہ علیہ وسلم) میں پہنچائیں۔ میں نے کہا: افسوس کہ نسبتوں کے لحاظ و احترام کا یہ مبارک ماحول اب ختم ہوتا جا رہا ہے۔ دل کی اِسی تاریکی اور قلب و ذہن کی اِسی ویرانی پر ماتم کرتے ہوئے شاعر حقیقت علامہ اقبال نے کہا تھا:

بجھی عشق کی آگ، اندھیر ہے
مسلماں نہیں، راکھ کا ڈھیر ہے!

چنانچہ راقم کی دعوت پر مذکورہ پڑوسی ہمارے ہاں تشریف لائے۔ روانگی کے وقت میں نے اپنے بچے ابراہیم (۶ سال) سے کہا: تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کوئی ہدیہ نہیں بھیجو گے؟ وہ اپنے معصومانہ انداز میں بولا: میں حضور پاک کے لیے عطر بھیج دوں؟ میں نے کہا: ضرور۔ چنانچہ گلاب کا عطر اُن کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے ابراہیم نے کہا: یہ ہماری طرف سے حضور پاک کے لیے ہدیہ ہے۔ میں نے مذکورہ پڑوسی سے کہا: اب آپ روضۂ رسول پر یہی عطر مل کر حاضر ہوں۔ اِن شاء اللہ یہی اِس نذرانۂ عقیدت کی قبولیت و باریابی کا ذریعہ ثابت ہوگا۔ بعد کو معلوم ہوا کہ انھوں نے ایسا ہی کیا۔

یہ واقعہ گویا مشہور فارسی شاعر ملک الشعرا محمد تقی بہارؔ (وفات: ۱۹۵۱ء) کے الفاظ میں ''فرزندِ مرا عشق بیاموزود گر ہیچ'' جیسا ایک معاملہ تھا۔ یہ ایک قلب معصوم کے اندر محبت رسول کی تخم ریزی تھی، جس سے بڑی کوئی دولت نہیں۔ یہ محبت ہی زندگی کا حاصل اور دین کا خلاصہ ہے۔ جس دین میں محبت اور ربانی و ایمانی کیفیات شامل نہ ہوں، وہ دین نہیں، بلکہ صرف ایک بے روح 'مذہب' ہے، جو خدا اور انسان، دونوں کے یہاں قابل رد ہے۔ قرآن مجید میں اِسی بے روح 'مذہبیت' کو 'قساوت' (الحدید ۵۷: ۱۶) سے تعبیر کیا گیا ہے۔ یہی غفلت و 'قساوت' اور یہی بے خوفی تمام مادی اور روحانی فتنوں کا سبب ہے۔

ایک واقعہ

اِس موقع پر مجھے ندوۃ العلما، لکھنؤ کے دور طالب علمی کا ایک واقعہ یاد آیا۔ یہ ۱۹۹۷ء کی بات ہے۔ اُس وقت میں اپنے خرچ کے لیے عام طور پر فارغ اوقات میں خطاطی کیا کرتا تھا۔ ایک دن مجھے معلوم ہوا کہ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدینہ منورہ کے لیے روانہ ہو رہے ہیں۔ فرط شوق میں، میں نے مولانا سے عرض کیا کہ میں

اپنے نام کے ساتھ سلام لکھ کر آپ کو دوں گا۔ آپ اُسے حضور رسالت مآب میں پیش فرما دیں۔ مولانا خوش ہوئے اور فرمایا: ضرور۔ چنانچہ میں نے لفافے ہی کے سائز کا ایک آرٹ پیپر لیا تاکہ مڑ کر وہ بدنما نہ ہونے پائے۔ درمیان میں سلام لکھ کر کاغذ کے چاروں طرف سرخ روشنائی سے خط دیوانی میں اِس طرح درود ابراہیمی لکھا گیا تھا کہ وہ حاشیے کا ایک خوب صورت ڈیزائن معلوم ہونے لگا۔ اِس سپاس نامہ و لفافے کا عکس آج بھی ہمارے پاس محفوظ ہے۔ سلام کے الفاظ یہ تھے:

الصلاۃ والسلام علیک یا رسول اللہ، من محمد ذکوان بن عثمان بن بشیر.

لفافے پر بطور سرنامہ جلی حروف میں یہ الفاظ لکھے ہوئے تھے:

''ایک گدائے بے نوا کا نذرانۂ عقیدت و محبت شہنشاہ کونین کے نام''

اِس سرنامہ کے نیچے حزین لاہیجی (وفات: ۱۱۸۰ھ) کا درج ذیل فارسی مصرع رقم تھا:

ز چشم آستین بردار و گوہر را تماشا کن! *

تاہم میں جب مولانا کی قیام گاہ، مہمان خانہ، ندوۃ العلما پہنچا تو معلوم ہوا کہ مولانا ایئرپورٹ کے لیے روانہ ہو چکے ہیں، مگر اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ عین اُسی وقت لکھنؤ کے کچھ مقامی لوگ بذریعۂ کار مولانا سے ملاقات کے لیے ندوے پہنچے۔ اُنھیں معلوم ہوا تو وہ ایئرپورٹ کے لیے روانہ ہو گئے۔ میں بھی اُنھی کے ساتھ ایئرپورٹ چلا گیا۔ اُس وقت اِس قدر سیکورٹی وغیرہ کا مسئلہ نہیں تھا۔ چنانچہ ہم لوگ ایئرپورٹ کے اندر چلے گئے۔ یہاں پہنچا تو دیکھا کہ مولانا ابھی رخصت نہیں ہوئے ہیں۔ چنانچہ مولانا کی خدمت میں یہ لفافہ پیش کرتے ہوئے اپنا سلام شوق عرض کرنے کی درخواست کی۔ مولانا گلوگیر ہو کر دعا فرمانے لگے۔ بالآخر واپسی پر میں اُنھی حضرات کے ساتھ دوبارہ ندوے آ گیا۔

اُس وقت فرط شوق کی وجہ سے مجھ پر ایک عجیب کیفیت طاری تھی۔ چنانچہ مدینہ منورہ سے واپسی کے کئی دن بعد ہی میں مولانا سے ملاقات کی ہمت کر سکا۔ حاضر ہوا تو مولانا نے فرمایا کہ میں نے روضۂ رسول پر تمھارا لفافہ پڑھ کر سلام پیش کر دیا تھا:

---

* یہ دراصل اُس واقعے کی تعبیر ہے جب ایک شخص شدت گریہ کے دوران میں اپنی آنکھوں کو آستین سے ڈھک کر اپنے آنسو چھپانے کی کوشش کر رہا ہو۔ اِسی بات کو شاعر نے اِس طرح بیان کیا ہے کہ ''تم میری آنکھوں سے آستین ہٹاؤ، پھر دیکھو کہ اِن سے اشک ہاے درد و محبت کے گوہر کس قدر رواں ہیں۔''

برایں مژدہ گر جان فشانم، رواست!

اِس خوش خبری کو سننے کے بعد دیر تک میں زیر لب یہ اشعار گنگناتا رہا:

جان می دہم در آرزوے قاصد، آخر باز گو

در مجلسِ آن نازنین حرفی کہ از ما می رود!

''اے قاصد، میں اِس بات پر اپنی جان نثار کر دوں۔ آخر یہ بتا کہ محبوب کی اُس مجلس میں گفتگو کے دوران میں کیا میرا نام بھی لیا گیا!؟۔''

بہر سلام مکن رنجہ در جواب آں لب

کہ صد سلامِ مرا بس یکی جواب از تو!

''ہر سلام کا جواب دینے کی زحمت نہ فرمائیں کہ سیکڑوں سلام کا بس آپ کی طرف سے ہمارے لیے ایک ہی جواب کافی ہو گا!۔''

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

خلاصۂ کلام

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ایمان بالرسول کا وہ بدیہی تقاضا ہے جو آپ کی نسبت سے ایک سچے مومن کے اندر فطری طور پر موجزن ہوا کرتا ہے۔ میڈیا سونامی کے اِس دور میں، جب کہ عام طور پر 'بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ' (الحج ۲۲: ۸) کے مصداق، بہت سے 'مذہبی' اور غیر 'مذہبی' فلسفہ و افکار کی اشاعت دن رات جاری اور اُن کے بانی علما و مفکرین سے ایسی والہانہ محبت اور عقیدت کا ثبوت دیا جا رہا ہے جو صرف اللہ اور رسول کا حصہ ہے (البقرہ ۲: ۱۶۵)۔

اِس صورت حال میں ضرورت ہے کہ ہر قسم کی گروہ بندی اور مسلک پرستی سے بلند ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قلبی تعلق قائم ہو اور ہر جگہ آپ کی سیرت اور آپ کی تعلیمات کا اِس کثرت کے ساتھ تذکرہ کیا جائے کہ وہی وقت کا غالب موضوع بن کر تمام فلسفہ ہاے حیات پر چھا جائے۔

ایمان و محبت کی اِس عظیم دعوتی اور ربانی مہم کو عمومی بنانے کے لیے ضروری ہو گا کہ ہر جگہ تذکیر بالقرآن، سیرت نبوی اور اُسوۂ صحابہ کے سنجیدہ دعوتی اور تربیتی حلقے قائم کیے جائیں۔ آپ کی سنت اور آپ کی سیرت سے بڑھ کر کوئی 'فکر و فلسفہ' اور آئیڈیالوجی (ideology) نہیں جو انسانیت کے لیے حیات بخش ثابت ہو۔ شخصی

'آئیڈیالوجی' اپنی اصل حقیقت کے اعتبار سے، اکثر 'خیال پرستی' ہوا کرتی ہے، وہ وحی الٰہی پر مبنی کوئی نظریۂ حیات نہیں۔ لہٰذا خدا کی کتاب اور اُس کے پیغمبر سے بڑھ کر دوسری اور کوئی چیز نہیں جو ہمارے لیے محبت و اتباع کا مرکز اور ربانی ہدایت کا مستند خدائی ماخذ بن سکے۔

[لکھنؤ، ۲۵؍ مئی ۲۰۲۲ء]

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com